The Islamization of Central Asia: A Case Study of Uzbekistan

(وسطی ایشیا میں اسلام: ازبکستان کا خصوصی مطالعہ)

مولفہ: دل آرام ابراہیم

ناشر: اسلامک فاونڈیشن - مارک فیلڈ دعوۃ سنٹر - لیسٹر (برطانیہ)

تقسیم کار: بک پروموٹرز - نصر چیمبرز - بلاک - ۱۹، مرکز ایف - ۷، اسلام آباد

صفحات: ۳۲

اشاعت: جنوری ۱۹۹۳ء

قیمت: درج نہیں

گزشتہ سال کے وسط میں اسلامک فاونڈیشن (لیسٹر) کے ایک سیمینار میں محترمہ دل آرام ابراہیم نے وسطی ایشیا میں اسلام کے نفوذ اور ازبکستان کے حوالے سے آج کی صورت حال پر ایک مقالہ پیش کیا تھا۔ یہی مقالہ مناسب ترامیم کے ساتھ زیر نظر کتابچے کی صورت میں شائع ہوا ہے۔ مقالہ تقریباً دو برابر حصوں میں منقسم ہے۔

پہلے حصّے میں مولفہ نے وسطی ایشیا میں نفوذِ اسلام کی مختصر تاریخ بیان کی ہے اور اس میں بنیادی ماخذوں تاریخ الرسل والملوک، جعفر ابن جریر الطبریؒ (م ۹۲۳ء) تاریخ بخارا، ابو بکر محمد بن جعفر نرشخی (م ۹۶۹ء) اور معجم البلدان، یاقوت حموی (م ۱۲۲۹ء) سے استفادہ کیا ہے۔ عہدِ خلافتِ راشدہ کی ابتدائی مہموں سے لے کر اموی جنرل قتیبہ بن مسلم باہلی (م ۷۱۵ء) کے انجام تک واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اُس وقت تک وسطی ایشیا میں مسلمانوں کے قدم مضبوطی سے جم گئے تھے اور مقامی آبادی حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگی تھی۔

مقالے کے دوسرے حصے میں مولفہ نے ازبکستان کی موجودہ دینی صورت حال پر گفتگو کی ہے اور درحقیقت یہ حصہ مقالے کی جان ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ مغربی دنیا میں الیگزنیڈر بنگسن کی تین درجن تالیفات تو معروف ہیں ہی، جو سابق سوویت یونین میں اسلام اور مسلمانوں پر لکھی گئی ہیں اور اسلام کو ایک زندہ قوت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ خود ازبک مولف سعید بائف بھی ازبکستان پر لکھتے ہوئے بحیثیت مجموعی مارکسی طرزِ تالیف کی اتباع کرنے کے باوجود اس بات کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکا

کہ ازبک معاشرے میں اسلام کا واضح کردار ہے۔ اسلام ازبکستان میں کبھی ختم نہیں ہوا مگر اس کے بارے میں مسلم عوام کی معلومات کتنی ہیں، وہ اسلام کے بارے میں کیا تصورات رکھتے ہیں، قومیّت اور اسلام کس طرح یک جان ہو گئے ہیں اور عوامی سطح پر اسلام پر کس طرح عمل کیا جا رہا ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ سابق سوویت یونین میں مسیحی آبادی باسانی الحاد کا شکار ہوئی مگر وسطی ایشیا کے مسلمان اپنا دینی تشخص قائم رکھنے میں حیرت انگیز طور پر کامیاب رہے۔ مؤلفہ نے اس صورت حال پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے اور اس میں خود سوویت پالیسی سازوں کے تضادات پر بھی گفتگو کی ہے۔

آج وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں میں سرکاری سطح پر اسلام کا ایک ایسا ماڈل پیش کیا جا رہا ہے جو سابق کمیونسٹ حکمرانوں کو اقتدار پر مسلط رہنے میں مدد دیتا ہے مگر کیا حقیقتاً اس ماڈل کو عوام کی تائید و حمایت حاصل ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب مستقبل میں سامنے آئے گا۔ تاہم یہ مقالہ جو "بقامت کہتر" ہے مگر "بقدر بہتر" ہی نہیں "بہترین" کا مصداق ہے۔

اس پیشکش پر مؤلفہ اور ناشر دونوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کا مطالعہ وسطی ایشیا کی ریاست و سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لیے بالخصوص مفید ہو گا جو اس خطے میں تبلیغ و اشاعتِ دین کے جذبے سے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ (ادارہ)